بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ☆

حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سیّد الانبیاء وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

یہ مقالہ اس مقدس ہستی کے بارے میں ہے جن کے متعلق حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے دعا کی تھی۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ وَيُزَکِّيۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ O (۱)

اے ہمارے رب ان میں، ان ہی میں سے ایک رسول بھیج، جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً آپ غالب اور حکمت والے ہیں۔

وہ ہستی جن کے آنے کی بشارتیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دیتے رہے، وہ جن کے بارے میں مالک ارض وسماوات نے فرمایا:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَکِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ ط (۲)

☆۔ ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اللہ نے یہ مؤمنوں پر احسان فرمایا کہ ان ہی میں سے رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

وہ ہستی جن کے بارے میں رب رحمان نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْراً وَّنَذِیْرًا۔ (۳)

ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

اُن ہی کی ذات کے بارے میں ربّ العالمین فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (۴)

ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ان کے نطق کی شان کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ، اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (۵)

آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی وحی کے مطابق ہے۔

وہ ہستی جن کو رحمۃ للعالمین کہا گیا، ان کے بارے میں مالک ارض وسما نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (۶)

کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں معاف کردے گا، اور وہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ انسان کی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے محبت کی توفیق عطا فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ محبوب تھے پورے قرآن مجید میں تمام انبیا کرام میں سے کسی کی زندگی کی اللہ تعالیٰ نے قسم نہیں اٹھائی۔ صرف حضور اکرم ﷺ کی زندگی کی قسم اٹھائی ہے۔ ارشاد ہے:

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ O (۷)

آپ ﷺ کی زندگی کی قسم وہ اپنی مدہوشی میں بھٹک رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ماخلق اللّٰہ تعالیٰ نفساً اکرم علی اللّٰہ من محمد وما سمعت اللّٰہ اقسم بحیاۃ احد غیرہ۔ (۸)

اللہ تعالیٰ نے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں کیا جو حضور علیہ السلام سے زیادہ اللہ کی نظر میں مکرم و محترم ہو، اور آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں جس کی زندگی کی اس نے قسم کھائی ہو۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کو اتنے محبوب تھے کہ جس شہر میں آپ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گلی کوچوں کی بھی قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (۹)

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اس لئے کہ تم اس شہر میں رہتے ہو۔

محبوب جس شہر میں بستا ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ محبت کی واردات اور کیفیات یہی ہیں:

امر علی الدیار لیلی
اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں، تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ اور کوئی ایسی بات نہیں کہ ان گھروں کی محبت میرے جی میں گھر کر گئی ہو، بلکہ یہ اس کی محبت ہے جو ان گھروں میں رہتا تھا۔

صحیحین کی روایت ہے: ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک انسان کسی قوم سے محبت کرے اور پھر اسے ان کی صحبت نصیب نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلمرءُ مع من احب، (۱۰)

انسان جس سے محبت کرے گا اس کے ساتھ ہوگا۔

جو دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرے گا، آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا، آنحضور ﷺ سے محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ یہ محبت ایسی ہو کر تمام رشتوں سے بڑھ کر ہو، جب تک تمام کائنات کی ہر چیز کے ساتھ ہماری محبت کے مقابلے میں بڑھ کر یہ محبت نہ ہو ہمارا ایمان نامکمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ آبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ
وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا
وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○

(۱۱)

کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے کنبے والے اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے مکان جو تمہیں پسند ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا اور یہ کہا تھا:

لأنت أحب إلي من كل شئي إلا نفسي يا رسول الله ﷺ،

آپ ﷺ میری جان کے ماسوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نہیں بلکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

پھر حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یقیناً آپ ﷺ اب میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ اسکے بعد نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: الآن یا عمر۔ اے عمرؓ اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔ (۱۲) اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنی جان تک کی محبت اور اس کی خواہشات کی تکمیل

انسان کے ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

لایؤمن أحدکم حتّی أکون أحبَّ الیہ من والدہ و ولدہ والناس أجمعین۔ (۱۳)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک، اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۱۔ یہ محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہو جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نصیحت کی۔

۲۔ یہ محبت اپنے والد، اولاد اور تمام دنیا کے انسانوں سے زیادہ ہو جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔

۳۔ یہ محبت اپنے گھر والوں اور مال سے بھی زیادہ ہو جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند ابی یعلی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے:

لا یؤمن عبد حتّی اکون احبّ الیہ من اھلہ ومالہ والنّاس اجمعین (۱۴)

علمائے امت نے آپ ﷺ سے محبت کی علامتوں اور پیمانوں کو بیان فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر، لکھتے ہیں: ۱۔ آپ ﷺ کی زیارت کا حصول، ۲۔ آپ ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید، ۳۔ آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع، ۴۔ آپ ﷺ کے مخالفوں کی سرکوبی اور ۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر شامل ہے۔ (۱۵)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و تائید کرنا، آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ ﷺ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا، آپ ﷺ کی محبت میں سے ہے۔ (۱۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا آپ کا ادب ہے۔ آپ ﷺ کے ادب واحترام کا صحابہؓ بہت خیال رکھتے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفیؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو دیکھ کر آیا تو اس نے جا کر قریش کے سامنے صحابہ کرامؓ کے آپ ﷺ کا ادب کرنے کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

اے قوم مجھے بارہا نجاشی قیصر اور کسریٰ کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہیں آیا جس کی عظمت اہل دربار کے دل میں ایسی ہو جیسا اصحاب محمد ﷺ کے دل میں محمد ﷺ کی ہے۔ وہ تھوکتے ہیں تو لعاب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر گرتا ہے۔ جب محمد ﷺ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب جلدی کرتے ہیں۔ جب وضو کرتے ہیں تو مستعمل پانی کے لئے لوگ گرتے پڑتے ہیں گویا ان میں لڑائی ہو جائے گی۔ جب محمد ﷺ کلام کرتے ہیں تو سب کے سب چپ ہو جاتے ہیں ان کے دل میں محمد ﷺ کا اتنا ادب ہے کہ کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔(۱۷)

آپ ﷺ کا ادب اتنا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام امت کی ماؤں کے برابر سمجھی جاتی ہیں، قرآن کریم میں فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (۱۸)

آپ کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح بات نہ کی جائے جس طرح کہ تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو۔

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً۔(۱۹)

تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز سے نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنا جب عمل کو اکارت کر دیتا ہے تو ان کے احکام کے سامنے اپنی رائے اور عقل، اپنی سیاست اور معارف کو مقدم کر دینا اعمال صالحہ کے لئے کیوں کر تباہ کن نہ ہوگا؟(۲۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک نشانی آپ ﷺ کے دیدار اور صحبت کی تمنا ہے۔ انصار مدینہ آپ ﷺ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں انصار کا شوق

اور بے تابی جھلکتی ہے جو آپ ﷺ کے استقبال کے سلسلے میں تھی۔

''مدینہ کے مسلمانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے روانگی کی خبر سنی تو ان کا معمول ہوگیا کہ ہر روز صبح کے وقت مدینہ منورہ سے باہر الحرۃ کے مقام پر آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آتے۔ اور دوپہر کے وقت سورج کی گرمی کی شدت تک انتظار کر کے واپس پلٹتے۔ ایک روز جب کافی طویل انتظار کے بعد اپنے گھروں کو پلٹے تو ایک یہودی نے جو اپنے کسی کام کی غرض سے اپنے ایک ٹیلے پر چڑھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو سفید کپڑوں میں ملبوس دور سے آتے دیکھا تو بے ساختگی سے اونچی آواز میں پکارا: ''اے اہل عرب یہ تمہارے سردار جن کا تمہیں انتظار تھا، آ پہنچے۔''(٢١) ابن سعد کی روایت ہے: ''جب سورج کی حدت اور شدت انہیں اذیت پہنچاتی تو وہ اپنے گھروں کو پلٹتے''۔(٢٢) امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے استقبال کرنے والے گروہ انصار کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔(٢٣) اہل مدینہ کی جانب سے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی تصویر کشی امام احمدؒ نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں کی ہے۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھا، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچے لوگوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا وہ راستے میں نکل آئے اور چھتوں پر چڑھ گئے، غلام اور بچے (خوشی سے) راستے میں بلند آواز سے کہہ رہے تھے اللہ اکبر! جاء رسول اللہ، جاء محمد ﷺ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، محمد ﷺ تشریف لائے)۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ لوگوں میں اس بات پر جھگڑے کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف کون حاصل کرے۔(٢٤)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس دن کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> ''میں نے اس دن سے زیادہ پرنور اور خوبصورت دن کبھی نہیں دیکھا جس روز آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ مدینہ تشریف لائے۔''(٢٥)

اہل مدینہ کی کیفیت کا تذکرہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں

کھینچا ہے۔

اہل مدینہ جس قدر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہوئے میں نے کسی بات پر انہیں اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا۔(۲۶)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ ﷺ ہجرت کے سفر میں اپنا رفیق بناتے ہیں یہ سن کر وہ اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

ایک سچے محبّ رسول ﷺ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کی فرمائش کی اور اس واقعے کو امام مسلمؒ نے انہی کی زبانی یوں بیان کیا ہے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رات بسر کرتا تھا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کسی چیز کی فرمائش کرو''۔ میں نے عرض کی: ''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا کوئی اور فرمائش ہے''۔ میں نے عرض کی: ''صرف یہی ایک فرمائش ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس فرمائش کو پورا کروانے میں بہت زیادہ سجدے کر کے میرے ساتھ تعاون کرو۔''(۲۷)

ذرا تصور کیجئے کہ فرمائش کرنے کا تین بار موقع آیا اور محبّ رسول کے ذہن میں اور کسی فرمائش کا تصور تک نہ آیا۔

امام طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک صحابیؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بلاشبہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ یقیناً آپ ﷺ مجھے میرے بیٹے سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی محفل میں آتا ہوں تو چین ملتا ہے۔ گھر بیٹھتا ہوں تو مجھے چین نہیں آتا، جب تک کہ آپ ﷺ کا دیدار نہ کرلوں جب میں اپنی اور آپ ﷺ کی موت کا تصور کرتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ تو جنت میں داخل ہونے کے بعد انبیا کے ساتھ بلند مقام پر ہوں گے اور اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں آپ ﷺ کا دیدار نہ کر پاؤں گا۔ اس موقع پر حضرت جبرئیلؑ اس آیت کے ساتھ تشریف لائے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ
النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ (۲۸)

جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، پیغمبروں، صدیقوں، شہدا اور صالحین میں سے۔

ایک صحابی کی بصارت ختم ہوگئی تو کہنے لگے آنکھیں تو مجھے اس لئے عزیز تھیں کہ ان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو آنکھوں کے جانے کا غم کیا ہے۔ (۲۹)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ہر وقت خدمت نبی ﷺ میں رہتے تھے جب عشا کی نماز سے فارغ ہوکر حضور ﷺ کاشانہ نبوی میں تشریف لے جاتے تو آپ باہر دروازے پر بیٹھے رہتے کہ شاید کوئی کام پڑ جائے، اور میری قسمت جاگ اٹھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ربیعہ سے فرمایا۔ ربیعہ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔ کہنے لگے شادی کی تو یا رسول اللہ ﷺ آپ کا آستانہ مجھ سے چھوٹ جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اصرار کر کے انہیں شادی پر مجبور کیا۔ (۳۱)

غزوہ احد میں حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہو گئے۔ جان کنی کی حالت میں ان سے خواہش پوچھی گئی تو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرہانے پہنچے تو پوچھا عمارہ کیا خواہش ہے۔ حضرت عمارہ نے جسم گھسیٹ کر سر قدموں میں رکھ دیا اور کہا کہ یہی خواہش تھی۔ (۳۲)

آنکھیں تھیں منتظر دل بے قرار تھا
آقا تیری دید کا بس انتظار تھا
اتنا کہا اور جگر پہ خنجر سا چل گیا
قدموں میں سر دھرا رہا اور دم نکل گیا

آپ ﷺ سے حقیقی محبت کرنے والوں کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوں۔ آج ہمارا دیدار کرنا آپ کی احادیث کو پڑھنا اور عمل کرنا ہے۔

حب رسول ﷺ کی ایک علامت: نبی کریم ﷺ پر جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہنا۔ اور محبت کا ایک پیرا میٹر محبوب کے لئے جان و مال نچھاور کرنے کے لئے تڑپنا ہے۔ محبت کے دعوے میں سچے صحابہ کرام کی جاں نثاری، محبت اور تعلق کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

امام بخاریؒ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مقدادؓ کی وہ خوبی دیکھی ہے جس کا پانا مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ مشرکوں کے لئے بد دعا کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ کی قوم نے ان سے کہی: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ (۳۳)

تو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑیں۔

"بلکہ ہم تو آپ کے دائیں، بائیں، آگے پیچھے ہر جانب سے جنگ کریں گے۔" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا اس بات نے نبی ﷺ کے چہرے کو روشن کر دیا اور آپ ﷺ خوش ہو گئے۔" (۳۴)

اس روایت میں حضرت مقدادؓ کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جذبہ جاں نثاری بھی جھلکتا نظر آتا ہے کہ مقداد کی ایسی خوبی جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس سلسلے میں حضرت طلحہؓ اور ان کے گیارہ ساتھیوں کی فداکاری کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ امام نسائی حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے روز جب تمام لوگ بکھر گئے، تو ایسی حالت میں آپ ﷺ اپنے بارہ انصاری صحابہ کے ساتھ موجود تھے جن میں سے ایک طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ اسی وقت مشرکین کا ایک جتھا آن پہنچا۔ آپ ﷺ نے نازک صورت حال دیکھ کر ارشاد فرمایا تم میں سے کون ہے جو ان کو یہاں سے بھگائے گا۔ حضرت طلحہؓ نے جلدی سے کہا میں، آپ ﷺ نے فرمایا تم ابھی رہنے دو۔ انصار میں سے ایک شخص بولا، میں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تم آگے بڑھو، وہ انصاری آپ ﷺ کا حکم پا کر بے جگری سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا ان کا مقابلہ کون کرے گا۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا "میں" آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم ابھی نہیں۔ انصار میں سے ایک شخص بولا میں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں آپ آگے بڑھو اور یہ انصاری بھی مقابلے میں اترا اور جام شہادت نوش کر گیا، یہ سلسلہ

جاری رہا حتیٰ کہ ایک ایک کر کے تمام انصاری جام شہادت نوش کر گئے اور آخر میں صرف حضرت طلحہؓ نے کہا ''میں'' آخر کار حضرت طلحہؓ نے گیارہ انصاریوں کے قائم مقام قتال کیا یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں تو انہوں نے کہا اوہ، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہہ دیتے تو فرشتے تجھے اوپر اٹھا لیتے اور لوگ منظر دیکھتے، اس کے بعد اللہ نے مشرکین کو پسپا کر دیا۔ (۳۵)

حب رسول کی ایک نہایت اہم علامت اطاعت رسول ہے، محبت کا ایک تقاضا اطاعت مطلق اور کامل ہے۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ
مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ (۳۶)

اطیعوا اللہ کے ساتھ اطیعوا الرسول کا فعل دوبارہ لایا گیا تاکہ اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت اور حیثیت اجاگر ہو۔ اور واضح ہو کہ اطاعت رسول دین اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اور اہل ایمان کے ایمان کی تکمیل اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اس تناظر میں جب ہم مخلص، سچے محبان رسول ﷺ کو دیکھتے ہیں تو مسلمان خواتین مردوں کے مقابلے میں پیچھے نظر نہیں آتیں۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ اس کی زکوٰۃ دیتی ہیں۔ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ رب العزت ان کی جگہ دو آگ کے کنگن پہنا دے۔ اس نے فوراً یہ دونوں کنگن اتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیئے کہ یہ اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے لئے ہیں۔ (۳۷) غور فرمایئے کہ اس خاتون نے اطاعت رسول ﷺ میں لمحہ بھر تردد سے کام نہیں لیا بلکہ زیور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس طرح کا ایک واقعہ جنگ احد میں اس خاتون کا ہے جس کا خاوند، بھائی، بیٹا شہید ہو گئے وہ میدان جنگ سے آنے والے ہر آدمی سے پوچھتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کرتی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے اس کے بیٹے، خاوند اور بھائی کے

متعلق کلمات خیر کہے۔ کہنے لگی: کل معصیة بعدک جلل

ایک اور اہم واقعہ تحویل قبلہ کا ہے۔ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی مدینہ میں ۱۶، ۱۷ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ امام بخاریؒ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورۃ البقرۃ کی یہ آیت نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً۔ (۳۸)

ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیرنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف پھیر دیتے ہیں جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

تو ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے نکلا پھر انصار کے ایک گروہ کے پاس ان کا گزر ہوا۔ اس نے ان سے کہا: وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کا رُخ اقدس کعبے کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ یہ سن کر ان حضرات نے نماز عصر میں رکوع کی ہی حالت میں اپنے چہرے کو کعبے کی طرف موڑ لیا۔ (۳۹)

دیکھئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں رکوع سے سر اٹھانے کی معمولی تاخیر کو بھی برداشت نہیں کیا۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی شراب کے اعلانِ حرمت پر اس کا مدینہ کی گلیوں میں بہایا جانا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (۴۰)

اللہ کے رسول ﷺ جو کچھ تمہیں عطا کریں، اسے آپ سے حاصل کرو اور وہ جس سے منع کر دیں اس سے اجتناب کرو۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے احکامات کی تعمیل میں صرف عام مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کو ترک نہیں کرتے تھے بلکہ وہ چیزیں بھی یکسر ترک کر دیتے تھے جو انہوں نے آباؤ اجداد سے ورثے میں پائی تھیں۔ اس دلیل کا ثبوت وہ واقعہ ہے جو امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں ابوطلحہؓ کے گھر ایک گروہ کو فضیم نامی شراب پلا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے "سنو! بے شک شراب کو حرام کر دیا گیا

ہے۔"

حضرت انسؓ نے بیان کیا۔ ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ یہ شراب باہر انڈیل دو، میں نے اٹھایا اور شراب کو باہر انڈیل دیا۔ لوگوں کے کثرت سے شراب گلیوں میں انڈیلنے کی وجہ سے وہ گلیوں میں بہنے لگی۔ (۴۱)

حضرت انسؓ نے بیان کیا: حرمت خمر کے بارے میں آدمی کے اطلاع دینے کے بعد کسی نے نہ دوبارہ اس بارے میں سوال کیا اور نہ کوئی تکرار کی۔ (۴۲)

ہم سب کو اس امر کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم اطاعت رسول ﷺ کے اس معیار مطلوب پر قائم ہیں جو صحابہ کرامؓ اور ہمارے دیگر اسلافؒ نے قائم کیا تھا یا محض دل کو تسلی دینے کی خاطر خالی دعوے کر رہے ہیں۔

حب رسول ﷺ کی ایک علامت سنت رسول کی اتباع ہے، محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے کہ محبوب نے جن راہوں میں اپنی قوت اور صلاحیتوں کو خرچ کیا ہے وہ بھی اپنی جان و مال اور اپنی تمام املاک کو اس مقصد کے حصول کے لئے قربان کر دے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری طاقت لوگوں کو کفر اور شرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید اور اسلام کی روشنی کی طرف لانے کے لئے صرف کی۔ لہٰذا محبان رسول ﷺ کو بھی ہمیشہ ان راہوں میں جان عزیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال نبوی ﷺ کے دل خراش سانحے اور عظیم ترین صدمے کے بعد جیش اسامہ کو روانہ کرنا دراصل سنت نبوی ﷺ پر عمل کی ایک عمدہ اور بہترین مثال حدیث ہے۔

طبری نے عاصم بن عدی کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اسامہ کے لشکر کو پورا کیا جائے۔ اور اسامہؓ کے سارے فوجی شہر سے نکل کر اپنی لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائیں۔ جب خطرناک صورت حال کے پیش نظر حضرت اسامہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے لشکر سمیت مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے حضرت اسامہؓ کو لکھا۔

میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کے علاوہ کسی بھی اور کام سے اپنے امور خلافت کا

آغاز کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ کسی اور کام سے ابتدا کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کہ
مجھے پرندے اچک لیں۔(۴۳)

مانعین زکوٰۃ کے انکار اور سرکشی کے باعث حالات کی سنگینی کے باوجود صدیق رسول نے فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مالِ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی روکی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی
خدمت میں پیش کیا کرتے تھے، تو میں اس ایک رسی کے حصول کی خاطر بھی ان کے
خلاف جہاد کروں گا۔(۴۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری محبت کے محتاج نہیں ہم ان سے محبت کریں یا نہ کریں اس سے آپ ﷺ کی عزت، عظمت اور بزرگی میں نہ فرق واقع ہوگا نہ کمی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کا ذکر بلند کر دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (۴۵)

آپ تو خالق کائنات کے حبیب ہیں جو بھی آپ کی اتباع کرتا ہے رحمٰن اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۴۶)

کہہ دیجیے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا
کیا تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا، وہ بڑا ہی بخشنے والا
مہربان ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی نجات کا ذریعہ ہے اور اللہ سے قربت کا ذریعہ بھی آپ ﷺ کی اتباع ہے۔ خودساختہ طریقوں سے بدعات اور گمراہی کو تو فروغ ہو سکتا ہے لیکن حبِ رسول کا حقیقی نصب العین ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ کے رسول کی ذات اور ان کا اسوہ ہی دراصل پہاڑی کا وہ چراغ ہے جس کو دیکھے اور اس سے روشنی حاصل کیے بغیر جانبِ منزل سفر کا آغاز ہو ہی نہیں سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ (۴۷)

بڑی بڑی ریاضتیں کرنے والوں کو دہکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے والا آخرت میں ان کے ساتھ ہوگا۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔ اس نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہمیں اسلام لانے کے بعد اتنی خوشی کسی بات پر نہ ہوئی تھی جتنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ

فانک مع من احببت۔ (۴۸)

بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔

۱۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنی جان، مال، والدین، اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کریں۔

۲۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر حب رسول کی ان چاروں علامتوں کو پیدا کریں:

i - آخرت میں آپ ﷺ کی قربت کی تمنا اپنے دل میں بسائیں۔

ii - آپ ﷺ کے مشن پر اپنا جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے تعلیمات رسول ﷺ کو عام کریں۔ قرآن کریم، حدیث اور سیرت کی تعلیم کے مراکز قائم کریں۔ اور اپنی اور اپنے گھر والوں کی تعلیم کا اہتمام کریں۔

iii - آپ ﷺ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل بجالائیں۔ جن سے روکا ہے اس سے خود بھی رکیں اور اپنے گھر والوں اور متعلقین کو بھی روکیں۔

iv - آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے دفاع کی خاطر ہمہ وقت تیاری میں رہیں۔ آیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی سچی محبت کریں جیسے صحابہ کرامؓ کیا کرتے تھے۔ صرف محبت کے دعوے پر اکتفا نہ کریں۔ عملاً کچھ کرنے کا عزم لے کر اٹھیں۔

حب رسول کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کے ذکر کے بعد اکیسویں صدی میں ہمارے مسائل اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ان کے حل کے ذکر سے صرف نظر کرنا موضوع کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ آپ ﷺ کی محبت قیامت تک زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق انسانی مسائل میں رہنمائی

فراہم کرتی رہے گی۔ آج کے معاشرتی بگاڑ میں ہمیں سنت رسول ﷺ کی مدد سے اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے لے کر بڑے بڑے معاملات میں ہر جگہ اسی سے روشنی لینی ہے مثال کے طور پر:

ثیاب الکفار فلا یلبسھا۔(۴۹)

یہ کفار کے کپڑے ہیں انہیں مت پہنو۔

مشہور عربی مقولہ ہے کہ ''الناس باللباس'' کہ لباس لوگوں کی پہچان ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام کو یہ قطعاً پسند نہیں تھا کہ ایک مسلمان غیر اسلامی تہذیب کا مخصوص لباس پہن کر ان کی تہذیب کا چلتا پھرتا نمائندہ نظر آئے۔ بلکہ غیر اسلامی تہذیب کا کوئی رنگ ڈھنگ وجود مسلم پر عیاں ہونا اسلامی غیرت کے منافی ہے۔

مسلمانوں کا اپنی معاشرت میں یہود و نصاریٰ کے طرز ملاقات اور انداز دعا و سلام کے اپنانے سے آپ ﷺ نے روک رکھا ہے تا کہ ان کی تہذیبی روایات مسلمانوں میں در نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع و تسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالکف۔ (۵۰)

یہود و نصاریٰ کے سر اور ہاتھ کے مخصوص اشارے والے سلام کے علاوہ آپ ﷺ نے مشرکین عرب کے انداز سلام و کلام کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ جب غزوہ بدر میں مشرکین مکہ شکست کھا کر غم و غصے میں تلملا رہے تھے تو صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب جمحی کو آپ ﷺ کے قتل کے لئے بھیجا۔ عمیر نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ میں آپ سے ملاقات پر صبح بخیر -Good Morning کہا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے تحیئے سے مشرف کیا ہے جو تمہارے اس تحیئے سے بہتر ہے، یعنی سلام سے، جو اہل جنت کا تحیہ ہے:

ان اللّٰہ عزوجل ابدلنا خیرا من ذالک تحیۃ اھل الجنۃ۔ (۵۱)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ جیسا اپنا سلامتی والا سلام سکھایا ہے اور ساتھ یہ بھی تلقین کی ہے کہ یہ تمہارا مخصوص ثقافتی شعار ہے تم نے اپنے اس ثقافتی Symbol کو یہود و نصاریٰ کے لئے قطعاً پیش نہیں کرنا ہے۔ **لا تبدؤا الیھود ولا النصاریٰ بالسلام۔(۵۲)**

آپ کو اپنے وضع کردہ کلچر کی اہانت وتذلیل کسی طور پر پسند نہ تھی۔ بایں سبب غیر مسلم کے لئے السلام علیکم کہہ کر ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی ہے کیونکہ یہ اغیار کی ثقافت کا حصہ نہیں ہے بلکہ خاص مسلم ثقافت کی پہچان ہے۔

بوقت ملاقات ایک انسان کا دوسرے کی عظمت وبڑائی کے آگے جھکنا انسانیت کی تذلیل ہے کہ بندہ خالق کی بجائے اپنے جیسے ایک دوسرے بندے کے آگے جھک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی ثقافت میں اس تذلیل سے انسانیت کو نکال کر برابری کے درجے میں ملنے کو رواج دیا، حضرت انسؓ سے مروی ہے:

قلنا یا رسول اللّٰہ اینحنی بعض لبعض قال : لا ۔ (۵۳)

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص دوسرے کے سامنے جھک سکتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔

اسی طرح عجمی طرز استقبال کو بھی آپ ﷺ نے رد کر دیا، جس میں کسی بڑے کی آمد پر کھڑے ہونے کا رواج تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوموا کما یقوم الا عاجم۔ (۵۴)

اس استقبال میں بھی شرف انسانی پامال ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایسے کلچر کو فروغ دینا قطعاً مناسب نہیں سمجھا اس لئے عجمی کلچر کی نفی کی۔

عصر حاضر کی غیر اسلامی تہذیبیں اپنے علمبرداروں میں تکبر وغرور کو خوب پروان چڑھاتی ہیں ان کی چال ڈھال اور لباس فاخرانہ انداز کے مظہر ہوتے ہیں، درحقیقت یہ کبر ونخوت کا وطیرہ اخلاقیات کی دنیا میں اخلاق رذیلہ میں شمار ہوتا ہے جب کہ آپ ﷺ اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا یہی فرمانِ مبارک ہے۔

انما بعثت لاتمم مکارم الآخلاق ۔ (۵۵)

میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے لباس وچال ڈھال میں متکبرانہ رویے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی اور فرمایا کہ

ان اللّٰہ لا ینظر الی من جر ثوبہ خیلہ۔ (۵۶)

بلاشبہ اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا بھی نہیں، جو تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے گھسیٹتا ہے۔

نیز قرآن حکیم میں فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ (۵۷)

اور تو زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ تحقیق نہ تو تو زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا۔

آداب خورد و نوش کسی کلچر کا اہم ترین حصہ ہوتے ہیں کیونکہ آدمی کی صحیح پہچان کھانے کی میز پر ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے مسلم دستر خوان پر حلال اور طیب اشیا سجانے کی دعوت دی ہے۔ اس کے برعکس حرام اور خبیث اشیا کی طرف ہاتھ بڑھانے کی قطعاً اجازت نہیں دی ہے۔

آپ ﷺ نے یہودیوں کے متبرک دن ہفتے اور عیسائیوں کے متبرک دن اتوار کو چھوڑ کر اپنے لئے جمعہ کے دن کو پسند فرمایا، یعنی ہفتہ وار مذہبی عبادت کے لئے دوسرے مذاہب کے طور اطوار اپنانا تو دور کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے دن کی مماثلت بھی گوارا نہیں کی بلکہ جگہ جگہ ثقافتی ٹکر مول لی۔ اغیار کی اجارہ داری کے سامنے یا اپنی رواداری کے نام پر قطعاً ثقافتی جنگ میں نرم رویہ نہیں دکھایا بلکہ خواہ معاشرتی روایات ہوں یا چاہے مذہبی رسومات ہر جگہ اپنے عقیدے کی بنیاد پر سلامتی والی روایات اور خالص عبادات پر مبنی ثقافت کو ترویج دی۔

آج ذرائع ابلاغ اور ٹیکنالوجی پر غلبے کے باعث مغرب نے اپنے مفادات کے متصادم ہر نظام اور اخلاقی اصول کے خلاف اعلانیہ جنگ شروع کر دی ہے۔ ستم تو یہ کہ ہم مسلمان بھی پراپیگنڈے کی لہر میں مسلسل بہے چلے جا رہے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کا تفصیلی مطالعہ ایسے بہت سے امور سامنے لاتا ہے جن میں آپ ﷺ نے ثقافتی جنگ لڑی۔ چند روایات کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔ کیا یہ ساری مخالفت، مخالفت برائے مخالفت کی سوچ کے تحت تھی یا اعلیٰ اخلاقی اقدار اور بہترین تہذیبی روایات کے فروغ کی خاطر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مخالفت کا سبب ان تہذیبی روایات کا شر تھا یا پھر ان روایات کا کفر کا نمائندہ ہونا تھا۔ اسلام کا یہ مزاج قطعاً

نہیں ہے کہ مخالفت کے نام پر ہر اچھائی کی بھی برائی کے ساتھ مخالفت کرتا چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ تہذیب اسلامی کے بالمقابل اس دور کی دیگر تہذیبیں اعلیٰ تعلیمات اور بہترین تہذیبی روایات میں اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھیں۔ آج زندگی کے ہر میدان میں امانت و دیانت اور اعلیٰ فنی صلاحیتوں کے حامل مردانِ کار کا ایک قحط محسوس ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے افراد کی اخلاقی تربیت کا وہ معیار اور نظام پس پشت ڈال دیا ہے جو ہمیں سنت رسول میں نظر آتا ہے۔ ہم صرف محبت کے زبانی دعوے کرتے ہیں۔ مگر اپنی محبت کے عملی ثبوت کے لئے سنت رسول پر عمل پیرا ہونے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں کہ اگر ہم آج بھی تربیت افراد کے لئے ان اخلاقی اصولوں کو مشعل راہ بنائیں تو ہم اس قحط الرجال کو ختم کر سکتے ہیں۔ تاریخ اس سے پہلے یہ منظر روز روشن کی طرح دیکھ چکی ہے۔ صرف اپنے ہی نہیں اغیار بھی اس کے معترف ہیں۔

مغربی دانشور Briffault بھی اپنی کتاب Making of Humanity میں یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ آج بھی حضرت عمرؓ جیسے پختہ فکر حاملین کی ضرورت ہے۔ حضرت عمرؓ کو بیت المقدس کی فتح پر چابیاں پیش کرنے کے لئے اہل کتاب نے یاد کیا تھا۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ کپڑے پیوند لگے ہوئے تھے۔ مسلم سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اعلیٰ لباس پہننے کی گزارش کی، فرمایا کہ ہمیں عزت لباس کی بدولت نہیں اسلام کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔ (۵۸) ہمیں یہ حقیقت جان لینی چاہئے کہ اسلام اور اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی اسلامی تہذیب کل بھی عزت بخشنے والی تھی آج بھی ہے، کل بھی ہوگی۔

آج ہمارے لئے ثقافتی یلغار کے حوالے سے اپنے رویے پر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے ان کے Think Thanks انہیں یہ سبق دے رہے ہیں کہ فوجی لڑائی کے ذریعے کوئی ملک فتح کرنا مشکل ہے اور اس پر قبضہ رکھنا دنیا بھر سے بدنامی کمانے کا باعث ہے۔ اس کی بجائے تہذیبی تصادم کی راہ اپناتے ہوئے تہذیبی غلبہ پائیں اور پھر تہذیبی لوازمات فروخت کر کے خوب دولت کمائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمان علمی دنیا میں یتیم، سیاسی طور پر غیر مستحکم اور مالی طور پر بدحال ہیں، لیکن اس کے باوجود ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سموئیل ہنٹنگٹن جیسے اسکالر Clash of

Civilization جیسے معروف زمانہ مقالے لکھ کر اہل یورپ کو تصادم کی راہ دکھا رہے ہیں اور مغرب موجود عالمی غلبے کے زعم میں اپنی ثقافت کے پرچار میں دن رات کوشاں ہے جبکہ یہ کلچر انسانیت کے لئے تباہی کا پیغام لا رہا ہے، خود ان کے ہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے۔ خاندانی نظام بالکل نیست و نابود کر دیا گیا ہے۔ عزت و غیرت نامی الفاظ ان کی ڈکشنریوں سے غائب ہونے کو ہیں۔ منافقت اور خود غرضی کو چالاکی سمجھا جاتا ہے۔ دوغلا پن اور دورخی زندگی کو سیاست اور ڈپلومیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں اپنے استعماری غلبے کے دوام کی خاطر جگہ جگہ خاص طور پر خون مسلم کی ارزانی ان کے لئے تفریح طبع کا درجہ رکھتی ہے۔

جبکہ سیرت نبوی ﷺ کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق محمدی انقلاب کے ۲۳ سالہ دور میں کل ۱۰۱۸ مسلم و غیر مسلم افراد کام آئے تھے۔ وہاں تہذیبی غلبے کے پیچھے روح اپنے فریضہ اظہار دین کی تکمیل تھی۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ (۵۹)

یہاں سراسر استعماری ذہنیت کارفرما ہے وہاں پہلے اعلیٰ تہذیبی روایات کے مظہر معاشرے کا قیام اور آخر میں اس کے مخالفین سے Armed Conflict تھا یہاں پر صرف Super Power کہلانے کا شوق ہے جس کی تکمیل کے لئے اعلیٰ تعلیمات اور بے مثال تمدنی روایات کی تہذیبی تائید سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس مرعوبانہ ذہنیت سے چھٹکارا پانا لازمی ہے۔ جس میں یورپ سے آمدہ ہر روایت سونے کی طرح چمکدار نظر آتی ہے، حالانکہ All that glitters is not gold۔

اسی طرح وہاں سے آمدہ ہر روایت کو رد کرنے کا رویہ اپنانے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ایمان و عمل کے لئے غیر مضر کو قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہئے۔ اپنے آپ کو Equal Footing پر لا کر اس ثقافتی یلغار کا بغور جائزہ لینا چاہئے اور خذ ما صفا دع ما کدر کی چھلنی سے گزار کر ہی قابل قبول چیز کو قبول کرنے اور باقی کو آپ ﷺ کی طرح علی الاعلان رد کرنے میں کوئی جرم نہیں سمجھنا چاہئے، قرآن حکیم بھی یہی تلقین کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔ (۶۰)

اے ایمان والو! شیطانیت کے نمائندہ نقوش قدم پر تم مت گامزن ہو۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (۲۱)

جو کوئی غیر اسلامی تہذیب اختیار کرے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگی۔

شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

آج کے دور کے نجی اور معاشرتی مسائل کے علاوہ قومی اور بین الاقوامی مسائل کے حل میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کے ساتھ سچی محبت میں ہمارے درد کا علاج موجود ہے۔

اکیسویں صدی کے نہایت اہم بین الاقوامی مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ذرائع ابلاغ کا کردار ۲۔عالمی امن ۳۔غربت و افلاس ۴۔عالمی تجارت ۵۔پرسکون زندگی کا حصول۔

۱۔ذرائع ابلاغ

عالمی میڈیا آج کے دور میں انسان کو متاثر کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر رہا ہے، ذرائع ابلاغ کو بیک وقت معلم، مرشد اور کتاب کا کردار مل گیا ہے۔ کتاب، اخبار، رسائل کا کردار اگرچہ محدود ہے، مگر مؤثر اور آسان، الیکٹرانک میڈیا بہت وسعت پذیر اور بے حد متاثر کن ہے اور کمپیوٹر نے سب کو مات کر دیا ہے۔ اور اس کے ذریعے ایک قوم دوسری قوم کو اس کے گھروں میں بلکہ سونے کے کمروں میں گھس کر ذہنوں کو متاثر کر سکتی ہے، لہٰذا اس سلسلے میں سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی کی بہت ضرورت ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ علم و حکمت ایک ایسی دولت ہے جو مومن کی گمشدہ میراث ہے اور جہاں بھی ملے وہ اس کا حقدار ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبر علیہ السلام نے خبر کی صحت اور تصدیق کو بنیاد قرار دیا ہے۔ معلومات دینے والا آدمی ثقہ ہو۔ محدثین نے روایت حدیث کرنے والوں کی چھان پھٹک کے ضمن میں جو سنہری اصول دیئے ہیں وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ تخریبی میڈیا کی معاندانہ روش کو توڑنا ضروری ہے، اسی طرح مسلم کمیونٹی کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تخریبی اطلاعات کے تبادلے کی مؤثر روک تھام کی

ہے اور اس کا حکم دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ ذرائع ابلاغ کو اسلام پھیلانے کے لئے استعمال کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

۲۔ عالمی امن

آج کے اس دور میں دنیا امن کے لئے بیقرار ہے۔ ہر طرف ایٹمی اسلحہ عام ہے۔ جرائم اور فسادات بے تحاشا ہیں۔ بے کس کے لئے زندگی پریشانی کا باعث بن چکی ہے۔ مظلوم پر ظلم کا بدلہ لینے کے لئے کوئی نہیں۔ قرآن مجید نے اس کا نقشہ اس طرح سے پیش کیا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ O (۶۲)

خشکی و تری میں ہر طرف انسانوں کے لئے اپنے کرتوتوں کے باعث فساد برپا ہے، یہ انہیں ان کی بداعمالیوں کا کچھ مزہ چکھانے کے لئے ہے تاکہ یہ باز آ جائیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت و تعلیمات کی اصل روح آپ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا ہے۔ اسلام کا اصل مقصد تو امن و سلامتی کی فضا قائم کرنا ہے۔ جہاد و قتال تو حسب موقع اور حسب ضرورت ہے، جس کے لئے اہل ایمان کو ہر وقت آمادہ و تیار رہنے کی تلقین ہے۔ مگر دوران جہاد و قتال بھی اگر دشمن امن و سلامتی کا طالب ہو اور اسلام کی اصل راہ کی طرف مائل ہو جائے تو حکم ربانی یہی ہے کہ اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے امن و سلامتی کا پیغام قبول کر لینا چاہئے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ (۶۳)

اگر وہ امن کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ ﷺ بھی امن کی طرف مائل ہو جایئے اور توکل اللہ پر کیجئے۔

سیرت نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے: ''کہ تم عدل و انصاف قائم کرو دنیا میں امن و سکون قائم ہو جائے گا۔''

۳۔ غربت و افلاس

غربت و افلاس انسانیت کا ایک اہم مسئلہ ہے اس کا بنیادی سبب ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ

وسائلِ رزق تک ہر انسان کی آزادانہ رسائی نہ ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام میں وسائل پیداوار محدود ہو جاتے ہیں اور کمیونزم میں سرمایہ دار سے سرمایہ چھین کر غربت ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ اسلام اس کا صحیح حل پیش کرتا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کا پیش کردہ نظام اعتدال پر قائم ہے۔ اس میں ہمدردی اور ایثار ہے اور وسائل رزق تک سب کی رسائی ہے۔ اس پر اجارہ داری اور رکاوٹ قانون اور اخلاق سے ماورا ہے۔ دولت مند کو اپنی دولت اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی امانت سمجھ کر خرچ کرنے اور اسراف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور ساتھ ہی دولت کو وراثت، زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور دیگر فلاحی ذریعوں سے تقسیم کرتے رہنے کا حکم دیا ہے تاکہ یہ معاشرے کے مختلف طبقوں میں گردش کرتی رہے۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں منصفانہ و معتدل اقتصادی لائحہ عمل اپنا کر اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ عالمی تجارت

یہود و ہنود نے دنیائے انسانیت کو ایک تجارت گاہ بنا رکھا ہے۔ سود خوری سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اسے عالمی تجارت کا نام دیا گیا ہے۔ نئے عالمی استعمار کے شیطانی ہتھکنڈے کی یورپ اور امریکہ میں باضمیر انسان مخالفت کرتے ہیں لیکن مغرب کا مقصد عالم اسلام کی معدنی دولت اور خام مال کو لوٹ کر اس کو غلام بنانا ہے۔ اس کے لئے مشترکہ کمپنی بنائی گئی ہے اور اسے عالمی تجارتی تنظیم کا پرکشش نام دیا گیا ہے۔ یہ عالمی تجارت نہیں بلکہ استحصالی نشتر ہے اور قرضے اور سود میں جکڑے مسلمان کے خون کو نچوڑنا عالمی سامراج کا مقصد ہے۔ مسلمان کے لئے سیرت نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ ارشاد نبوی ہے:

''۹۰ فیصد رزق تجارت میں ہے۔'' (۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت کو ذریعہ معاش بنایا، صداقت اور امانت کے ساتھ تجارت میں اصول پسندی کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''سچا اور امین تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ اٹھے گا'' عالمی تجارت ایک نبوی ورثہ ہے جو مسلمانوں کا حق ہے۔ دنیا سے اسی صورت میں استحصالی نظام، سودی کاروبار ختم ہو سکتا ہے جبکہ اس کو سیرت نبوی کی روشنی میں اپنایا جائے۔

۵۔ پرسکون زندگی کا حصول

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آرام کی زندگی بسر کرے۔ اگر دنیا میں امن قائم ہو جائے۔

اظہار رائے کی آزادی ہو۔ فقر و افلاس سے دنیا کو نجات مل جائے۔ ہر انسان کی عزت کی جائے۔ ذرائع ابلاغ کو صحیح استعمال کیا جائے تو پر سکون زندگی کا مقصد کافی حد تک حاصل ہو سکتا ہے۔ مسلمان کی زندگی محض کھانے پینے، سونے کھیلنے اور عیش کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ایک اور عالم (آخرت) کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا بھی ضروری ہے۔ دنیا تو اس کے لئے ایک عارضی جگہ ہے۔ بلکہ آزمائش گاہ ہے۔ ارشاد رب تعالٰی ہے:

خَلَقَ الْمُوتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ۔ (۲۶)

موت و حیات کو تمہیں آزمانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اور پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر رہتا ہے“ اور اپنے آپ کو آخرت کے لئے تیار کرو بلکہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا: ”انسان صبح کر لے تو شام کا انتظام نہ کرے اور شام کر لے تو صبح کا انتظار نہ کرے۔“ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے اپنے ذکر کو اطمینان قلب کا باعث قرار دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۹،

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴،

۳۔ سورۃ السبا، آیت ۲۸،

۴۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷،

۵۔ سورۃ النجم، آیت ۳۔۴،

۶۔ سورۃ آل عمران، ۳۰۔۳۱،

۷۔ سورۃ الحجر، آیت ۷۲،

۸۔ اسماعیل حقی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ تفسیر روح البیان، دار احیاء التراث العربی، بیروت طبع ہفتم ۱۴۰۵ھ/۴/۴۷۸،

۹۔ سورۃ البلد، آیت ۱۔۲،

۱۰۔ صحیح بخاری کتاب الادب، ۱۹۴۳/۴، حدیث نمبر ۶۱۶۸، المکتبۃ المصریہ، طبع اول، ۱۹۹۷ء، بیروت،

۱۱۔ سورۃ التوبہ، آیت ۲۴،

۱۲۔ البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی ﷺ، مع فتح الباری، ۵۲۳/۱۱، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۹۸۱ء

۱۳۔ صحیح بخاری، ۳۰/۱، نمبر ۱۵، صحیح مسلم،

۱/۴۹، نور محمد کراچی، ۱۹۹۶ء

۱۴۔ صحیح مسلم، ۱/۴۹، باب وجوب محبۃ الرسول

۱۵۔ فتح الباری ۱/۵۹،

۱۶۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۱/۴۹،

۱۷۔ صحیح البخاری، ۲/۸۳۵، کتاب الشروط، باب شرط فی الجہاد

۱۸۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۶

۱۹۔ سورۃ نور، آیت ۶۳،

۲۰۔ ابن قیم، اعلام الموقعین، ۱/۴۲، دارالحدیث مصر،

۲۱۔ صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، طباعت دوم ۱۹۶۲ء، ۱/۵۵۴۔۵۵۵،

۲۲۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/۲۳۳، دار صادر بیروت، ۱۹۸۵ء

۲۳۔ الفتح الربانی، بترتیب مسند الامام احمد بن حنبل، ۲۰/۲۹۱، دار احیاء التراث العربی بیروت،

۲۴۔ احمد، المسند (تحقیق احمد شاکر) حاشیہ، ۱/۱۵۴،

۲۵۔ الفتح الربانی، ۲۰/۲۹۱،

۲۶۔ صحیح بخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱/۵۵۸، طبع دوم ۱۹۶۱ء

۲۷۔ صحیح مسلم، ۱/۱۹۳،

۲۸۔ سورۃ النساء، آیت ۶۹،

۲۹۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، ۲/۲،

۳۰۔ البخاری، الادب المفرد، باب عیادۃ المریض، ۱۲۰، دار الفکر بیروت

۳۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ

۳۲۔ ایضاً، ۱/۳۳۱،

۳۳۔ سورۃ المائدۃ، آیت ۴۳،

۳۴۔ صحیح البخاری، ۳/۱۴۰۹، کتاب المغازی۔

۳۵۔ النسائی، السنن، ۲/۵۲۔۵۳، کتاب الجہاد باب مایقول من یطعنہ العدو، المکتبۃ سلفیہ، لاہور،

۳۶۔ سورۃ النساء، آیت ۵۹،

۳۷۔ سنن ابی داؤد، ۲/۲۱۲، باب ۳، کتاب الزکوٰۃ، طباعت اوّل ۱۹۶۹ء دارالحدیث حمص سوریہ،

۳۸۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۴،

۳۹۔ صحیح البخاری، ۳/۱۳۵۱، کتاب التفسیر باب ۲۰،

۴۰۔ سورۃ الحشر، آیت ۷،

۴۱۔ صحیح البخاری، ۳/۱۴۰۹، کتاب التفسیر، باب ۱۱،

۴۲۔ صحیح البخاری، ۳/۱۴۰۸، کتاب التفسیر باب ۱۰،

۴۳۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ۱۰۰،

۴۴۔ صحیح البخاری، نور محمد، ۲/۱۰۸۱،

۴۵۔ سورۃ الم نشرح، آیت ۴،

۴۶۔ سورۃ آل عمران، ۳۱،

۴۷۔ سورۃ الغاشیہ، آیت ۳۔۴،

۴۸۔ صحیح البخاری، ۴/۱۹۴۳، کتاب الادب باب ۹۶،

۴۹۔ صحیح مسلم، ۲/۱۹۳، کتاب اللباس باب النھی عن لبس الرجل ثوب المعصفر،
۵۰۔ ترمذی، ۲/۱۱۱، قرآن محل کراچی، کتاب الاستیذان والآداب، باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ فی الاسلام
۵۱۔ احمد، المسند، ۲/۳۸۱، دارالفکر، قاہرہ
۵۲۔ مسلم ۲/۲۱۴، کتاب السلام باب النھی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام،
۵۳۔ سنن ابن ماجہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا، ۱۳۹۸، ۲۷۱، باب کتاب الآداب باب المصافحہ،
۵۴۔ مسند احمد مسند ابوامامہ باہلی، ۶/۳۳۷، حدیث نمبر ۲۱۶۷۷،
۵۵۔ مؤطا امام مالک، دار آفاق الجدید بیروت، ۱۴۰۱ھ، ۱۱ م ۷۸۸،
۵۶۔ صحیح البخاری، ۳/۱۱۲۷، کتاب فضائل اصحاب النبی باب نمبر ۵،
۵۷۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۷،
۵۸۔ Making of Humaing Briffault.
۵۹۔ سورۂ الصف، آیت ۹،
۶۰۔ سورۂ النور آیت ۳۱،
۶۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۸۵،
۶۲۔ سورۂ الروم آیت ۴۱،
۶۳۔ سورۂ الانفال، آیت ۶۱،
۶۴۔ ابوحامد محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین، مصر، ۱۹۳۹، ۲/۶۴،
۶۵۔ سنن ترمذی، ۳/۵، رقم ۱۲۱۳،
۶۶۔ سورۂ الملک، آیت ۲،

نقیب اتحاد ملت اسلامیہ

ماهنامه مسیحائی، کراچی

مدیر اعلیٰ: مخدوم زادہ احمد خیرالدین انصاری